بحث و نظر

مولانا مودودی کا طریق انقلاب

جناب اسعد گیلانی صاحب

نومبر ۱۹۸۳ء کے رسالہ ترجمان القرآن میں " مولانا مودودی کا طریق انقلاب" کے عنوان سے ایک سوال شائع ہوا ہے اور اس کا آپ نے ایک جواب دیا ہے۔ سب سے پہلے تو اس بات کی مسرت کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے ترجمان القرآن میں " طریق انقلاب" کے جداگانہ عنوان کے تحت یہ سوال و جواب شائع کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ مولانا مودودیؒ کی دی ہوئی فکر و استدلال نے ہمیں اتنی سوجھ بوجھ ضرور دے دی ہے کہ ہم عقلی بنیاد پہ چیزوں اور معاملات کا حسن و قبح پرکھ سکتے ہیں اور کسی غلط راستے کو اختیار کرنے والے نہیں ہیں۔ اس لیے ہمارے درمیان بدلتے ہوئے حالات میں مسائل پر بحث کرنے اور چھان پھٹک کر نتائج اخذ کرنے کی روایت قائم رہنی چاہیے۔ منجمد خیالات کے سامنے پیش قدمی مشکل ہوتی ہے اور حوصلہ اقدام کے بغیر کسی منزل پر پہنچنا ممکن نہیں ہوتا۔ اس لیے " طریق انقلاب" کی بحث کو کھلا رہنا چاہیے۔ اس سے کسی کے گمراہ ہونے کا خطرہ نہیں ہے۔ بلکہ بہت سے الجھے ہوئے ذہنوں کو یکسو ہونے کے مواقع اور دلائل فراہم ہوتے ہیں (مجھے بھی آپ کے اس خیال سے اتفاق ہے۔ ن۔ص)

سب سے پہلے میں اس سوال کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں جو کسی صاحب نے مرتب فرمایا ہے۔ سوال کرنے والے بزرگ نے میرا مضمون صحیح طور پر پڑھے بغیر سوال بنا دیا

ہے۔ انہوں نے اس خیال سے کہ مضمون کا عنوان "سید مودودی کے سیاسی فکر کے ۲۰ نکات" ہے۔ (عنوان میں نے اس لیے بدلا کہ مکمل طور پر مولاناؒ کے سیاسی فکر کا احاطہ کرنے کے لیے زیادہ جامع بحث کی ضرورت تھی۔ ن۔ ص) ۔ سولھویں نکتہ کے تمام مضمون کو مولانا مودودیؒ کی سیاسی فکر کی حیثیت سے ہی پیش کر دیا گیا ہے۔ یہ دیکھے بغیر کہ مولانا مودودیؒ کی سیاسی فکر کا نکتہ کہاں ختم ہوا ہے اور اس فکر کا ذکر ختم کر کے ایک دوسرا نکتہ کہاں سے شروع کیا گیا ہے۔⁵ جس "ذری سٹائل کشتی" کے تصور سے وہ سخت پریشان ہوتے ہیں اس "عوامی انقلابی تحریک" کے متصل لکھا ہوا ہے کہ یہ طریقہ ایران نے اپنایا اور آزمایا ہے اور اس کی کوئی تہمت لکھنے والے نے مولانا مودودی کے طریق انقلاب پر نہیں رکھی ہے اور نہ ہی اسے مولانا مودودی کے طریق انقلاب کی حیثیت سے اس مضمون میں پیش کیا گیا ہے۔² اس لیے سوال بنانے والے بزرگ نے اپنی ایک بات مضمون نگار کے منہ میں ڈال کر زیادتی کی ہے۔ یہ حرکت کوئی دوسرا کرتا تو کوئی حرج نہیں تھا کہ اس فن کے ماہرین کی ہمارے اہل علم طبقہ میں کوئی کمی نہیں ہے اور مولانا مودودیؒ تو ساری عمر اس حرکت کو بھگتتے

¹ یہ عنوان بھی آپ نے نامناسب طور پر رکھ دیا۔ میں نے اس کا عنوان مولانا مودودی کے سیاسی افکار رکھا تھا۔ یہ عنوان زیادہ جامع تھا۔ (مؤلف مضمون)

² اگرچہ میری رائے یہی ہے کہ مولانا مودودی پاکستان کے حالات کی روشنی میں دستوری انتخابی طریقے کے قائل تھے۔ ورنہ اسلامی انقلاب کے لیے وہ ہر ملک کے حالات کے مطابق مختلف طریقوں کے قائل تھے۔ (مؤلف مضمون)

⑤ دراصل مولانا مودودیؒ کی فکر کے نکتے کے سامنے ہی چونکہ تشریح اور استنتاج ملے جلے ہیں اس لیے کوئی بھی شخص الجھ سکتا ہے۔ (ن۔ ص)

رہے ہیں لیکن "جماعتِ اسلامی کے ایک دیرینہ کارکن" کو تو اس کا پورا احساس ہونا چاہیے تھا کہ قلم کی ذرا سی جنبش سے "ناممکن" "ممکن" کیوں کر بن جایا کرتا ہے اور اس کارروائی سے مضمون نگار کو کتنی ذہنی اذیت ہوا کرتی ہے۔ میں ان سے عرض کروں گا کہ وہ اپنا وہ مفہوم واپس لیں جو انہوں نے اپنے ذہن سے نکال کر میرے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے اپنے اس مضمون میں یہ بات ہرگز نہیں کہی کہ مولانا مودودیؒ پاکستان میں بھی عوامی انقلابی تحریک کے ذریعے اسلامی انقلاب لانا چاہتے تھے۔ میں نے یہ کہا کہ عوامی انقلابی تحریک کا بھی ایک طریقہ ہے جسے ایران میں آزمایا گیا ہے۔ میں نے اسے جماعت اسلامی کے دستوری انتخابی طریقے یا مولانا مودودی کے پاکستانی طریقے کی حیثیت سے پیش نہیں کیا۔ جماعت اسلامی کے دیرینہ کارکن سائل نے اسے خواہ مخواہ اُلجھا دیا ہے۔

اب یہ بات کہ وہ کہاں تک قرآن و سنّت کے مطابق یا مخالف ہے یہ ایک علیحدہ بحث ہے جس کے لیے ترجمان القرآن کے صفحات میں گنجائش ہو تو پھر علمی دلائل سے بات کی جاسکتی ہے اور یہ بھی بتایا جاسکتا ہے کہ خود مولانا مودودیؒ صاحب کس حد تک اس طریقۂ کار کے مخالف یا موافق یا غیرجانب دار تھے۔ اور ان کے لٹریچر اور تصریحات سے کیا طریقِ کار ان کی فکر کے مطابق قرار پاتا ہے۔ وہ بحث جماعت اسلامی کے متعینہ دستوری طریقِ کار کو زیر بحث لائے بغیر علمی طور پر کی جاسکتی ہے۔ جماعتِ اسلامی کا طریقۂ کار تو اس کے دستور میں موجود ہے جو یہاں زیر بحث نہیں۔ ظاہر ہے کہ مولانا مودودی کے سارے لٹریچر کو تو جماعت اسلامی کے دستور کی حیثیت حاصل نہیں ہے۔

جہاں تک عوامی انقلابی تحریک کا تعلق ہے خود پی این اے کی تحریک بھی ایک عوامی انقلابی تحریک ہی تھی جس کے ذریعے ایک منتخب حکومت کو بلا انتخاب بدل دیا گیا تھا۔ انقلابی وہ اس لیے بن گئی تھی کہ اس کی مدد سے حکومت کو بدل دیا گیا اور عوامی اس لیے کہ عوام نے خود اس میں شرکت کر کے اسے مضبوط بنایا۔ محترم سائل کو اس سے وحشت زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ عوام کی شرکت اور تشدد کے عدم استعمال سے P.N.A. کی تحریک بھی عوامی انقلابی تحریک تھی۔

مرتب کردہ سوال کے بعد اب اس کے جواب کے بارے میں مجھے کچھ عرض کرنا ہے جس لب و لہجہ میں جواب دیا گیا ہے اُس میں یہ بات پہلے مرحلے میں ہی تسلیم کر لی گئی ہے کہ مضمون نگار نے کوئی بڑی ہی گناہ کی بات کہہ دی ہے۔ جس پر ایڈیٹر نے اپنی اس کوتاہی کے لیے کہ وہ اشاعت پذیر ہو گئی ہے "سچے جذبے سے اللہ تعالیٰ سے عفو طلب کیا ہے اور احباب سے درگذر کی عاجزانہ درخواست کی ہے △۔ عفو طلبی اور درگذر کی بات یوں تو ہر وقت ہو سکتی ہے، لیکن اس سیاق و سباق میں جس بات پر کی گئی ہے اس نے اس مضمون کو کافی حد تک معصیت آلود بنا دیا ہے جو حیران کن بھی ہے اور پریشان کن بھی۔ آخر کوئی شخص علمی سطح پر یہ بات کہہ گزرے کہ اسلامی انقلاب کے لیے انتخابی دستوری طریقے کے علاوہ بھی کوئی طریقہ ہو سکتا ہے تو وہ کس طرح معصیت کی بات بن جاتی ہے۔ رسولؐ اکرم کا طریق انقلاب جسے مولانا مودودیؒ نے اپنے مقالے " اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے" میں بیان کیا ہے وہ لازماً انتخابی دستوری طریقہ نہیں تھا۔ اور اگر کوئی داعیٔ دعوتِ اسلامی کفار کی اکثریت کے ملک میں اپنے دعوتی کام کا آغاز کرے تو وہ ہرگز انتخابی طریقہ اختیار نہ کرے گا۔ خود ہندوستان میں جماعتِ اسلامی اس انتخابی طریقے سے اجتناب کرتی ہے۔ اگر کوئی داعی کسی آمرانہ طرزِ حکومت میں اُٹھے تو وہاں بھی اس کا طریقہ انتخابی نہ ہو گا۔ اور اس طرح ایک سے زائد مثالیں دی جا سکتی ہیں، جہاں دعوتِ اسلامی بھی ہو اور طریقہ انتخابی نہ ہو۔ حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ کا طریق بھی انتخابی دستوری نہ تھا اس لیے کسی دوسرے طریقے کے ذکر پر ہی استغفار کر کے

△ اس کی ضرورت خاص اس وجہ سے بھی محسوس ہوئی کہ "امام حسین علیہ السلام" کا شیعی شعار و اسلوب اختیار کیا گیا۔ میرا ذاتی اندازہ یہ تھا کہ آپ نے جس ادارے کے اسٹیج سے بات کہی تھی اس کی تالیف قلب کے لیے شاید یہ انداز استعمال کیا ہو تاکہ اپنی بات کو آپ اس حلقے میں زیادہ قابل نفوذ بنا سکیں۔ مگر مجھے بعض معترضین کے اعتراض کے بعد اس بارے میں ندامت ہوئی۔ اور پھر یہ تو کسی لمحۂ احساس کی کیفیت خاص ہوتی ہے جو ظاہر ہوتی ہے۔ غلطی اور گناہ میں زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ میں نے آپ کے کسی جذبہ سے تعرض نہیں کیا، میں تو صرف اپنی کیفیات کو بیان کر سکتا ہوں۔ (ا۔ ص)

اس معصیت سے اجتناب کی دُعا کرنا کوئی لازمی امر نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کے ذکر سے کسی بڑی آفت کے ٹوٹ پڑنے کا اندیشہ ہے اور نہ شرعاً یہ ذکر ممنوع ہے۔

جس طریقِ انقلاب کو میں نے مولانا مودودیؒ کا نہیں ایران کا طریق انقلاب ظاہر کر کے بات کی ہے اس کا جواب اور جواز محترم ایڈیٹر نے مولانا کی کتاب تفہیمات کا حوالہ دے کر خود ہی پیش کر دیا ہے اس لیے مجھے اس جوابی تحریر میں اس سے زائد کوئی حوالہ پیش کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ اگرچہ وہ طریق کار یہاں ہمارا نہیں ہے اور ہمارا طریقہ زیرِ بحث بھی نہیں ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ کس الرجی+ کے تحت طریقِ انقلاب کی ایک بالکل علمی اور عمومی بات کو جماعت اسلامی کے دستوری انتخابی طریق انقلاب کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جماعتِ اسلامی انتخابی طریق کار کی حامل تنظیم ہے اور اس سے وابستہ لوگ اس کے پابند ہیں۔ خود میں بھی اس کا پابند ہوں۔ لیکن کیا جماعت اسلامی کے انتخابی طریق کار کی موجودگی میں اسلامی طریقِ انقلاب کے جو دیگر تمام ممکن طریقے ہو سکتے ہیں۔ اُن پر علمی بحث سے بھی جماعت اسلامی کے دستوری انتخابی طریق کار کو ضعف پہنچتا ہے یا علمی بات کرنے والے کے عمل کو نقصان پہنچتا ہے۔ مثلاً کیا میں حنفی ہوتے ہوئے یہ بات کہنے کا مجاز ہوں یا نہیں کہ شافعی مسلک میں فلاں مسئلہ یوں ہے اور حنبلی مسلک میں فلاں مسئلہ یوں ہے۔ کیا اس اظہارِ خیال سے بھی کسی شخص کا خود حنفی ہونا مشتبہ یا خود مسلکِ حنفیت کا نقصان ہے۔ مجھے رنج ہوا ہے کہ ایسے اعلیٰ تعلیم یافتہ ماحول میں اس نوعیت کی سطحی سوچ# کیوں پرورش پا گئی ہے۔ مولانا

+ میرا خیال ہے کہ ایسے الفاظ اگر ہر طرف سے استعمال ہونے لگیں اور دنیائے ادب میں کسی بھی طرح کے لفظوں کی کمی نہیں ہے تو پھر اختلاف کے وجہ رحمت بننے میں رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے۔ (ن ص)

ہم اپنے رفقا کے اختلافات اور اعتراضات سن کر انہیں سطحی سوچ میں مبتلا ہونے کا طعنہ دینے کے بجائے ٹھنڈے دل سے انہیں تسکین بخش جواب دیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ (ن ص)

مودودیؒ تو مسائل پر اس انداز میں غور نہیں کیا کرتے تھے۔ وہ تو تحقیق و تفتیش اور بحث و استدلال کے ذریعے اپنے اور دوسروں کے موقف بلا تکلف بیان کرتے اور اپنے موقف کے حق میں دلائل دیا کرتے تھے۔ تبلیغ و تعلیم و تربیت و توسیع و تنظیم کے تمام مراحل سے کون انکار کرتا ہے۔ اس کے بغیر کوئی شخص کیسے کوئی تحریک اُٹھا سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر تحریک اِن مراحل سے گذر کر ہی کسی تبدیلی کو رُو نما کرنے کی قوت حاصل کرتی ہے۔ ایک غیر اسلامی تحریک کو بھی اپنے انداز فکر کے مطابق ان مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ ابتدائی مراحل صرف اسلامی تحریک سے ہی وابستہ نہیں ہیں۔ مسئلہ تو اس قوت کے حصول کے ذریعے تبدیلی رُو نما کرنے کا ہے۔ تو اس کے متعدد طریقے ہوسکتے ہیں۔ ہم نے اس کے لیے انتخابی دستوری طریقہ اپنایا ہوا ہے۔ یہی ہماری مصلحت اور حالات کے مطابق ضرورت ہے۔ ہم اسی کے پابند ہیں۔ لیکن یہ واحد، آخری اور حتمی طریقہ نہیں ہے۔ اسی کے اندر حق کو محصور اور محدود سمجھنا کوتاہ نظری ہے۔*

میں آپ کو پھر مبارک باد دیتا ہوں کہ آپ نے اس بحث کے لیے ترجمان کے صفحات کا دروازہ کھولا ہے۔ شکریہ۔ اگر آپ اس خط کو شائع کرکے طریق انقلاب کی بحث کو علمی سطح پر پھیلائیں تو اسلامی ادب میں ایک بہت بڑی اجتماعی خدمت ہوگی جس کی ضرورت کا احساس لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ والسلام۔

---

(۲)

از جناب جاوید اکبر انصاری صاحب

محترم اسعد گیلانی صاحب کے اکتوبر کے مضمون پر جناب نعیم صدیقی صاحب کے اعتراضات نظر سے گذرے۔ آپ سے گذارش ہے کہ مندرجہ ذیل مختصر تبصرہ کو ترجمان القرآن کے

---

* آپ کی یہ تصریحات بہت اچھی ہیں اور مغالطے دُور کرنے میں مدد ہوں گی۔ (ن ص)